ڈاکٹر محمد ریاض

معاصر ایرانی راہنماؤں کے معاشی افکار

پندرھویں صدی ہجری میں اسلامی نظامِ معیشت

دوش را پیوند با امروز کن　　زندگی را مرغِ دست آموز کن
رشتۂ ایام را آمد بدست　　ورنہ گردی روزکور و شب پرست
سر زند از ماضیِ تو حالِ تو　　خیزد از حالِ تو استقبالِ تو
مشکن ار خواہی حیاتِ لازوال　　رشتۂ ماضی ز استقبال و حال

بعثت کے تیرھویں سال (جولائی ۶۲۲ء) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے یثرب یعنی مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ ۹ نومبر ۱۹۸۰ء کو تاریخ اسلام کے اس اہم واقعے کو، جو ہماری تقویم کی اساس بنا، قمری حساب سے چودہ صدیاں مکمل ہو گئیں اور بعد کے دن سے ملّتِ اسلامیہ پندرھویں صدی ہجری کے دور میں داخل ہو گئی ہے۔ آثار و قرائن مظہر ہیں کہ یہ صدی ان شاء اللہ رجوع الی الاسلام اور تمام مسلمان ملکوں میں اسلامی نظامِ حیات کے نفاذ کی صدی ہوگی۔ اس صدی کے اِن مساعد امکانات کو چودھویں صدی ہجری نے فراہم کیا ہے جس کے دوران عالمِ اسلام کے اتحاد اور نظامِ اسلام کی حکمتوں پر غور و فکر کی تحریکیں زور و شور سے جاری رہیں۔ چودھویں صدی ہجری کے دوران بعض بے نظیر مسلم زعما منصۂ شہود پر آئے اور انھوں نے دین اسلام کی جو نئی تعبیرات پیش کیں، وہ اب بھی ہمارے لیے فکری راہنمائی کا کام دیتی ہیں۔ اس صدی کے دوران بعض ایسے مسلمان ممالک کرۂ ارضی کے نقشے پر نمودار ہوئے جن میں اسلامی نظامِ حیات نافذ ہوا اور وہ اس نظام کے دوسرے ممالک میں نفاذ و تداول کے مشوّق و محرک بنے۔

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد اسلامی نظامِ حیات کے مکمل تصور اور جذبے پر رکھی گئی تھی مگر بد قسمتی سے اس نظامِ حیات کے نفاذ کی باتیں ہی ہوتی رہیں، اور وہ بھی گا ہے گا ہے۔ البتہ گزشتہ دور میں عالمِ اسلام اور خود پاکستان پر جو افتاد پڑی، اس کے نتیجے میں دین اسلام کے دامن

حمایت میں پناہ لینے کا احساس شدت اختیار کر گیا اور علامہ اقبال کے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کے خطبۂ الٰہ آباد کے یہ تاریخی کلمات پھر عود کر آئے کہ تاریخِ اسلام کے ہر نازک موقع پر مسلمانوں کا دین ان کا محافظ رہا ہے۔

پاکستان میں ۱۹۷۷ء میں تحریکِ اسلامی کا غلغلہ بلند ہوا جس کے نتیجے میں موجودہ حکومت نے نظامِ حیات کے نفاذ کے سلسلے میں کئی اہم اقدامات کیے ہیں۔ ان اقدامات میں معاشی امور بھی شامل ہیں جیسے زکوٰۃ اور عشر کا نفاذ، بلاسود یا کرائے میں شرکت کے اصول کے تحت مکانات کی تعمیر کے لیے قرضے اور نفع و نقصان میں شرکت کی بنا پر بلاسود بنکوں کا حساب۔ یہ آخری اقدام یکم جنوری ۱۹۸۱ء سے نفاذ پذیر ہے۔ پاکستان میں نفاذِ اسلام کا کام ایران کے اسلامی انقلاب کا تقریباً ہم زمان ہے، اور اس انقلاب کا ایک اہم پہلو معاشی نظام کا تحول اور دیگر گونی ہے۔ یوں تو اس وقت سارا عالمِ اسلام تحولات سے دوچار ہے اور ۶ تا ۱۰ جنوری ۱۹۸۱ء کو اسلام آباد میں مسلمان ماہرینِ معاشیات کا جو بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا، اس سے مسلمانوں کے نظامِ معیشت کے مالیاتی و محصولاتی امور کے نئے امکانات سامنے آجاتے ہیں[1]۔

گزشتہ چند سالوں کے دوران تیل پیدا کرنے والے امیر مسلمان ممالک نے اپنے ترقی پذیر اور کم ثروت بھائیوں کی مدد شروع کی اور انھیں بلاسود قرضے دینے لگے نیز ان کے لیے تیل کی رعایتی قیمت بھی رکھی گئی۔ اس سے مسلمانوں کے جذبۂ اخوت کو تقویت ملنے لگی۔ موجودہ اسلامی سربراہ کانفرنس نے (مکہ مکرمہ از ۲۵ تا ۲۸ جنوری ۱۹۸۱ء) میں مسلمان ممالک کے اقتصادی تعاون اور اسلام کے معاشی نظام کے نفاذ کے سلسلے کو آگے بڑھایا اور انشاء اللہ عالمِ اسلام بہت جلد نئے اور مفید اقتصادی تعاون سے بہرہ مند ہوگا۔

اسلامی نظامِ معیشت بہر طور ایک ایسا موضوع ہے جس پر پندرھویں صدی ہجری کے دوران غور و فکر ہی نہیں، عمل درآمد بھی ہونا ہے۔ اسلام نے دیگر امور کی طرح انسان کے معاشی مسئلے کے حل کے لیے راہنما اصول دیے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں ہر مسلمان ملک اپنے مخصوص حالات کی روشنی میں اپنی

---

[1] اس سلسلے میں کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ نے ۲۲ صفحے کا جو تحقیقات کا محرک کتابچہ اس کانفرنس میں پیش کیا وہ بڑا فکر انگیز ہے MONETORY AND FISCAL ECONOMICS OF ISLAM

منفصل اقتصادی پالیسی وضع کرسکتا ہے۔ پاکستان اور اکثر اسلامی ممالک آج کل اسی روش پر گام زن
ہیں۔ اس مقالے میں ایران کے موجودہ راہنماؤں، خصوصاً اس ملک کے صدر ڈاکٹر ابوالحسن بنی صدر
کے معاشی افکار سے اس لیے بحث کی گئی ہے کہ ان افکار میں بھی جدت اور ندرت نظر آتی ہے۔ یہ حسنِ
اتفاق ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران کا پہلا منتخب صدر وہ شخص ہے جو معاشیات میں ڈاکٹریٹ رکھنے کے علاوہ اسلامی
نظامِ معیشت کے نفاذ کا زبردست حامی رہا ہے۔ ہم بعض ضروری ضمنیات کے بعد ان کے معاشی خیالات
سے بحث کریں گے۔

اسلام اور معاشی مسائل

دینِ اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے جس نے زندگی میں پیش آنے والے جملہ امور کے بارے میں
بنیادی اصول ابدالآباد تک کے لیے دے دیے ہیں۔ اس دینِ فطرت کے بارے میں یہ بات فقط ہم ہی
ایمان کے تقاضے کے مطابق نہیں کہتے، غیر جانب دار اور بے تعصب غیر مسلموں کو بھی اس امر کا اعتراف
رہا ہے۔ انسانی ضرورتوں نے علوم و فنون کو منتخب کیا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ تخصصِ علوم و
فنون کے فوائد سے انکار نہیں مگر اس سے انسانی زندگی مختلف خانوں میں تقسیم ہو گئی اور ہم ایک خانے کو
پر کرنے میں لگتے ہیں تو دوسرے خالی ہونے لگتے ہیں۔ معاشی مسائل کا بھی یہی حال ہے۔ آج کل ان مسائل
کا حل سوچنا اہم ترین امور میں سے ہے مگر اسلام کے نقطۂ نظر سے اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ
وحدتِ حیات کو زک نہ پہنچے اور ایک نظام کو درست کرتے کرتے دوسرے نظامات خلل پذیر نہ ہوں۔
نظامِ اسلام کے "کل" کے ایک "جزو" کے طور پر دیکھیں تو معاشی مسائل قطعاً پیچیدہ نہیں۔ پیچیدگیاں
اور تخصص کے انفکاک پذیر رجحان کی پیداوار ہیں۔

معاشیات کو بطور ایک خاص علم یا فن کے نمودار ہوئے دو صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا۔ اردو
زبان میں "معاشیات" سے متعلق تراجم اور تالیفات کا سلسلہ گزشتہ سو سال سے شروع رہا ہے۔ علامہ
اقبال کی تالیف "علم الاقتصاد" ۱۹۰۴ء میں پہلی بار شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب سے پہلے بھی معاشیات
پر اردو میں چند کتابیں ترجمہ و تالیف[۱] ہو کر شائع ہوئی تھیں۔ اس صدی میں عالمِ اسلام کی مختلف

۱؎ دیکھیں "اقبال" (سہ ماہی "اردو" کے مضامین) شائع کردہ انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۷۷ء (طبع ثانی)۔ علم الاقتصاد
پر مقالہ از مشفق خواجہ

بنوں میں اسلامی نظامِ معیشت پر بھی کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں۔ ان کتابوں میں اسلام کے معاشی اصولوں کا سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں سے مقابلہ کیا گیا اور ان کی برتری ثابت کی گئی ہے۔ پھر معاشیات کے جملہ پہلوؤں کا اسلام کی رو سے تجزیہ و تحلیل بھی پیش کیا جاتا رہا ہے۔ بہرحال، اسلام ایک ابدی دین ہے اور وہ زندگی کے جملہ مسائل کا حل پیش کرتا رہے گا، اور اسلام کا حل منطقی ہے اور فطری بھی : فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (۳۰ ؛ ۳۰)۔ علامہ اقبال نے اسلامی نظامِ اقتصاد کے چند پہلو یوں بیان فرماتے ہیں۔

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب؟ پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

معیشت کے اہم تر اسلامی اصول یہ ہیں : (۱) ذاتی ملکیت کا محدود حق (۲) منصفانہ تقسیمِ دولت (۳) حلال و حرام مال کی سخت تمیز (۴) فرد کی دولت پر معاشرے کا حق۔ ان چار اصولوں کی تشریح اسلامی نظامِ معیشت کے جملہ مقاصد اور خدوخال واضح کر دے گی، مثلاً شخصی آزادی، رضاکارانہ اصلاحِ اخلاق، گردشِ دولت، قانونِ وراثت، میانہ روی، زکوٰۃ و عشر، صدقات اور حرمتِ ربا وغیرہ جیسی باتیں۳۵۔ اسلام عملی اخلاق اور شرافت و نیکی سکھانے والا دین ہے۔ لہٰذا معاشیات اور حسنِ اخلاق یعنی اعلیٰ انسانی مراسم اور تعلقات کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، حالانکہ خالص علمِ معاشیات کو ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ تعلیمات اسلامی کی روشنی میں معاشی مسائل اور حسنِ معاملت و اخلاق کا تعلق اس بات سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر وصال کے وقت یہ کلمات جاری تھے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم (ابن ماجہ بروایت حضرت علیؓ) یعنی نماز کا اور اپنے زیرِ دستوں کا خیال رکھو۔ یہ کلمات گویا وصایائے نبویؐ کا حصہ ہیں جن میں نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے ماتحتوں اور زیردستوں کے جملہ حقوق کی، جن میں حقوقِ معیشت بھی شامل ہیں، مراعات کی

---

۳۵ اسلامی معاشیات کے خدوخال از ع۔م منظر، دار الفکر لاہور (س ن)، پمفلٹ نمبر ۵۲ — اسلامی معاشیات از مناظر احسن گیلانی — اسلامی نظمِ معیشت کے اصول اور مقاصد از سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۶۹ء و دیگر

کی ہدایت دی گئی ہے جو تعاون علی البّر اور اصلِ اخوت کا لازمہ ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ من فقہ الرجل قصدہٗ فی معیشتہ (طبرانی بروایت ابی الدرداءؓ) یعنی اصولِ معیشت میں میانہ روی انسان کی عقل مندی کی دلیل ہے [۴۴] امتِ وسط، اگر اسلام کے میانہ روی کے اصولوں پر کاربند ہو جائے تو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسے وہ مشکلات نظر نہ آئیں گی جو بالخصوص سیکولر اور بے درد معاشی نظام کی پیدا کردہ ہیں ۔۔۔ بہرحال اس تمہید کے بعد ہم اصل موضوع یعنی ایران کے معاصر معیشت دانوں کی اقتصادی امور حل کرنے کی کوششوں کی طرف آتے ہیں۔

ایران کا اسلامی انقلاب

ایران کے موجودہ اسلامی انقلاب کا زمانِ آغاز یکم فروری ۱۹۷۹ء سے جاننا چاہیے جب امام خمینی، موجودہ صدر ایران ڈاکٹر ابوالحسن بنی صدر اور دوسرے ارادت مندوں کے ساتھ فرانس سے ایران میں وارد ہوئے۔ اس سے دو ہفتے قبل ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو سابق شاہ ایران ملک ترک کر کے جا چکے تھے۔ یہاں اس تحریکِ اسلامی کی تاریخ بیان کرنا، جس کے نتیجے میں یہ انقلاب برپا ہوا، طولِ کلام کا موجب ہوگا مگر ظاہر ہے کہ اس انقلاب، کا لاوا سال ہا سال تک پکتا رہا ہے۔ ایران کا اسلامی انقلاب، بتمام معنی ایک انقلاب ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں مروجہ طریقوں میں اصلاح و ترمیم ہی نہیں بلکہ مکمل طور پر تحول اور تبدل ہوا ہے اور انقلاب اسی کو کہتے ہیں۔

ہر بنائے کہنہ کآبادان کنند اول آن بنیاد را ویران کنند (رومی)

ایران میں قرن ہا قرن سے شاہی طریق نافذ رہا ہے۔ ۲۱ ہجری میں عساکر ایران کو شکست ہوئی اور یہ ملک قلم روِ اسلام کا جزو بنا تھا۔ اس کے کوئی دو سو سال بعد تک عربوں نے ایران پر حکومت کی جسے ایرانی "خاموشی کی دو صدیاں" قرار دیتے ہیں [۴۵] ظاہری سلسلے سے سابق پہلوی سلسلے تک کا سارا دور شاہی دور

---

[۴۴] عارف عرفان، پاکستان کی معاشی تشکیلِ نو (اسلام کی روشنی میں) دار الفکر لاہور (س ن) پمفلٹ نمبر ۳۱۔ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری، اخلاق اور معاش کا باہمی ربط، مکتبہ ملی کراچی (س ن) صفحات ۱۶۔ اسلام کا معاشی نظام از مولانا امین الحق لاہور (محکمہ اوقاف پنجاب) ۱۹۶۹ء۔ ڈاکٹر محمد ریاض، مقالہ معاشی مسائل اور حسنِ معاملت، ماہنامہ البلاغ کراچی فروری ۱۹۷۰ء۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی: انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل۔

[۴۵] ڈاکٹر ابوالحسین زرین کوب؛ دو قرن سکوت (۲ جلد)

ہے ۔ کئی بادشاہ و ملک تاریخِ اسلام میں نیک نام بھی ہیں مگر نظامِ ملوکیت کا بالعموم یہی رنگ رہا ہے بقول اقبال

ہم ملوکیت بدن را فربہی است   سینۂ بے نورِ او از دل تہی است
مثل زنبورے کہ بر گل می چرد   برگ را بگزارد و شہدش برد

ایران اور معاشیات

انقلاب سے قبل ایران میں مطالعۂ معاشیات اور یہاں کے مروجہ اقتصادی نظام میں کوئی خاص بات نہ تھی کیونکہ یہاں بھی :

ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

والی بات تھی ۔ معاشیات کا علم یہاں متداول تھا اور اسلامی نظامِ معیشت پر بھی لکھنے والے کئی تھے ۔ ان میں علمائے دین بھی ہیں جیسے سید محمد باقر صدر اور ڈاکٹر علی شریعتی مرحوم (وفات ۱۹ جون ۱۹۷۷ء)، فخر الدین حجازی اور مہندس مہدی بازرگان ایسے دین دار دانش ور اور ماہرین عمرانیات، مگر اسلامی جمہوریہ ایران کے موجودہ صدر نہ صرف دین شناس اور دین دار دانش ور ہیں بلکہ ایک نامور ماہرِ معاشیات بھی ہیں ۔

توحید، دینِ اسلام کی اصل الاصول ہے اور اسلام کے علاوہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب کے پاس اس وقت "توحید" کا خالص عقیدہ موجود نہیں ہے اور تعجب ہے کہ خود مسلمان بھی بالعموم "توحید" کے تقاضوں پر متوجہ نہیں ۔ عصرِ حاضر میں رجوع الی التوحید کی مؤثر آواز غالباً ایک مدت کے بعد علامہ اقبال نے بلند کی اور اقبال نے توحید کا ایک نیا علم الکلام[۷] بالخصوص مثنوی رموزِ بیخودی اور ضربِ کلیم میں پیش کیا اور ان کے کئی ارادت مند[۸] اس تصور کی توضیح و تبیین کرتے رہے ہیں ـــــ ڈاکٹر ابوالحسن بنی صدر کو یہ افتخار حاصل ہے کہ انھوں نے معاشیات کا ایک توحید پر مبنی نظریہ پیش کیا اور کئی سال سے وہ اپنے اسی "اقتصادِ توحیدی" کے تصور کی وضاحت کرتے رہے ہیں ۔ وہ چونکہ ماہرِ معاشیات ہیں، لہٰذا ان کے ذریعے ایران میں اسلامی معیشت کے اصولوں کو نئی جہاتِ فکر مل رہی ہیں ۔

---

۷ سید سلیمان ندوی کا مقالہ : اقبال کا علمِ کلام ، کئی کتابوں میں موجود ہے جیسے اقبال اور سید سلیمان ندوی مرتبہ اختر ...

۸ جیسے ڈاکٹر محمد رفیع الدین اور ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم ۔

سید محمد باقر نے معاشیاتِ اسلامی پر کافی کتابیں اور مقالے لکھے ہیں۔ ڈاکٹر علی شریعتی، ایک مفکر مسلمان اور نامور اقبال شناس تھے[۸] انھوں نے نظامِ اسلامی پر کافی لکھا۔ نظامِ معیشت کے بارے میں انھوں نے فرمایا ہے کہ یہ نظام اجزائے اسلام کا جزو ہے اور اگر پورا اسلام نافذ ہوا تو اقتصادی مسائل نتیجتہً نظر آئیں گے[۹] پاکستان میں ایسی باتیں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بڑی وضاحت سے اور مدلل صورت میں لکھتے رہے جن کی کئی کتابیں عربی کے علاوہ فارسی وغیرہ میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکیں۔ مہندس (انجنیئر) مہدی بازرگان بھی، جو ایران میں انقلابِ اسلامی کے بعد وزیرِ اعظم رہے، اسلامی نظامِ معیشت پر لکھتے رہے ہیں[۱۰] فخر الدین حجازی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ ایک مسلمان دانش ور اور شعلہ بیان مقرر ہیں۔ علامہ اقبال کی فکرِ اسلامی اور ان کے فارسی کلام کے انتخاب پر مبنی ایک بہترین کتاب "سرودِ اقبال" کے مرتب اور ناشر وہی ہیں۔ اسے انھوں نے اپنے پبلشنگ ہاؤس (انتشاراتِ بعثت) سے شائع کروایا ہے جو تہران میں اسلامی کتب شائع کرنے والا ایک معروف ادارہ ہے۔ فخر الدین حجازی مہندس مہدی بازرگان کے دوست ہیں[۱۱] انقلابِ اسلامی کے بعد وہ تہران کے ایک حلقے سے، بھاری کثرتِ آراء سے، مجلسِ ملی کے رکن بھی منتخب ہوئے ہیں۔ ان کی متعدد کتابوں میں سے اس وقت میں نے "سہ سخن" پر ایک نظر ڈالی جو تین تقاریر پر مشتمل ہے: معراجِ نبویؐ، فضائلِ اسلام اور اسلامی معاشیات کی خصوصیات، ان تقاریر میں بڑی معنویت ہے۔ مثلاً فضائلِ اسلام کی یہ ذیلی سرخیاں دیکھیں: اسلام دینِ فطرت ہے اسلام محترم دین ہے، عباداتِ اسلامی (خدا کی بندگی، امید و بیم اور رہبانیت سے دوری)، انسانی مساوات، مسلمانوں کی بے نیازی، جہاد و کشمکش، جنگ (نفس سے، کائنات سے اور انسان سے)، وفاداری (خدا اور لوگوں سے، جنگی معاہدے)، آزادی و حریت، عدل و انصاف، علم و دانش، علم و تفکر، شک و

---

۸ ان کی کتاب ملاحظہ ہو: ما و اقبال (اس میں مبسوط دو مقالے ہیں)

۹ ان کی تقریروں اور مقالوں کے بعض منتخب مطالب کی خاطر دیکھیں حمید الگر کا انگریزی ترجمہ: On The Sociolo-
gy of Islam. ۱۰ دیکھیں ان کی کتاب کا ترجمہ Work and Islam

۱۱ ان کی کتاب "نقشِ پیغامبران در تمدنِ جہان" کا دیباچہ مہدی بازرگان ہی نے لکھا ہے۔

۱۲ تہران، س ن صفحات ۲۴۷

یب سے جنگ، تقلید سے جنگ، تضاد کا فقدان، احساس و تجربہ، تہذیب و تمدن، ہجرت و حرکت
جتہاد) کا اصول، دین رحمت اور استعمار شکن دین۔ مگر اس وقت ان کے تیسرے مقالے کی جزئیات
یادہ قابل توجہ ہیں۔

ملکیت کے بارے میں نظریات، معاشی عوامل ہے۔ پیداوار، سرمایہ داری کی مخالفت کے طریقے، حرام مال ۔ سود، ذخیرہ اندوزی، رشوت، حق تلفی، حرام کمائی، مصرف دولت، زکوٰۃ، صدقات کی مختلف صورتیں، وقف، قانونِ وراثت، انفاق فی سبیل اللہ، اسلامی تجارت کے اصول، صحیح صورت، بددیانتی، کم تولنا، کاہلی، حرمت شراب، مخرب اخلاق اشیا پر قدغن، آلاتِ لہو و لعب، قمار بازی، دشمن کے ہاتھ اسلحہ بیچ دینا، تعاون علی العدوان، میانہ روی، اسراف و تبذیر سے بچنا، عیش و عشرت، حرام چیزیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی سو صفحے کے اس مقالے میں مصنف نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے ساتھ اسلامی اصول معیشت کا موازنہ و مقابلہ کیا اور دینِ فطرت کی برتری ثابت کی ہے۔ اس مقالے کے آغاز میں یہ آیت مبارکہ ملتی ہے:

وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ ۱۸۸)

اس آیت کے معانی انھوں نے کافی آگے چل کر بتاتے ہیں۔

ظلم میں مدد

آج کی بظاہر متمدن اور جمہوری دنیا کا ایک المیہ یہ ہے کہ بددیانت سرمایہ دار، سیاست کے کار پردازوں کی ناروا طریقے سے مدد کرتے ہیں۔ اس طرح ایک ظالم، دوسرے ظالم سے تعاون کر کے اپنی ناروا طمع پوری کرتا ہے۔ اس طرح بڑے بڑے صنعتی اور سرمایہ دارانہ کارخانے، اپنے مزدوروں کی آرا کے بل بوتے پر بعض سیاسی جماعتوں اور ان جماعتوں کے امیدواروں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے منافع میں عملاً انھیں شریک کر لیتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح برسر کار آنے والی حکومتیں بھی ان سرمایہ داروں کے مفاد کے مطابق کام کرتی رہیں۔ اس طرح حقیقی جمہوریت خطرات سے دوچار ہونے لگتی ہیں۔ اس کی مثال دیکھنی ہو تو مغربی سیاست پر یہودی سرمایہ داروں کے اثرات پر توجہ فرمائیں۔ اشتراکی نظام کی صورت اور بھی

وحشت ناک ہے۔ وہاں سیاسی جماعت مزدوروں کی آقا کی مالک ہے اور حکومت پر بھی اسی کا کنٹرول ہے۔ وہاں چونکہ جماعت ہی معاشی اور سیاسی امور کی ناظم ہے، لہٰذا آزادیٔ عوام کا نعرہ ایک پروپیگنڈے کے سوا کچھ نہیں۔ اس طرح ظالم معاشی قوتیں حکومت کی مدد سے مختلف سیاسی جماعتوں کی صورت میں لوگوں کا مال دونوں ہاتھ سے لوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اسلام اس قسم کے ظالمانہ اور خطرناک تعاون کے خلاف ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے: وَلَا تَأْكُلُوٓا ..... وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: ۱۸۸)۔ "تُدْلُوا" کا لفظ "دَلْو" سے بنا ہے جس کے معانی بالٹی یا ڈول کے ہیں۔ خدا منع کرتا ہے کہ لوگوں کے حقوق پائمال نہ کیے جائیں اور ظالم اپنی دولت کے ڈولوں سے حکام کے لالچ اور طمع کے ذخائر نہ بنائیں اور اس طرح ان کی مدد نہ کریں کہ وہ لوگوں کے مزید مال پر دستِ طمع دراز کرتے جائیں۔ پس ظالم ہاتھوں سے معاشی اور سیاسی امور کا جو گٹھ جوڑ ہوتا ہے، اس سے لوگوں کے قانونی حقوق اور معاشی فوائد کو سخت دھچکا لگتا ہے اور قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں اس قسم کے مفاد پرستانہ ملی بھگت کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔[۳۱] (ترجمہ)۔ اب اس آیت کی توجیہہ و توضیح "توحیدِ اقتصادی" میں ملاحظہ ہو۔

اس آیتِ مبارکہ میں دو امور کی طرف اشارہ ہے۔ باطل کے تصرف کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حرام خور حکام کے شریکِ کار ہو جاتے ہیں اور حکام کے ساتھ مل کر ایک خاص طبقہ تشکیل دیتے ہیں تاکہ ظلم و جور کے ذریعے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے رہیں۔ اس مرحلے پر حکام حکومت کرنے کے اپنے اصل فرض سے دور ہو جاتے ہیں اور سرمایہ داروں کے ایک خاص طبقے کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ حرام خوری، ظلم و عدوان کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور جس گروہ کی طرف "اموالکم" میں اشارہ ہے، وہ ان گروہوں میں منقسم ہو جاتا ہے جن کا اشارہ "فریقا" اور "اموال الناس" کے کلمات میں موجود ہے۔ اس آیت میں صاحبِ اقتدار لوگوں کے ہاتھ تمرکزِ دولت دے دینے کے برے نتائج کی طرف اشارہ موجود ہے۔"

(ترجمہ صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸)

جمہوریۂ اسلامیہ ایران کے پہلے منتخب صدر

ڈاکٹر سید ابوالحسن بنی صدر ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء میں ہمدان کے قصبہ باغچہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک متدین خاندان

---

[۳۱] کتاب مذکور، ص ۱۰۴

کے فردہیں اور معاشیات میں تخصص کے علاوہ عربی اور علومِ اسلامیہ میں بھی انھیں خاصی اہلیت حاصل ہے۔ ان کے والد آیۃ اللہ سید نصراللہ بنی صدر تھے۔ ابوالحسن فارسی اور فرانسیسی زبانوں کے ادیب ہیں۔ ان کے سو سے زائد مقالے شائع ہوتے ہیں۔ ایران اور فرانس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد (مؤخر الذکر ملک سے) انھوں نے معاشیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے، وہ ایران کی درس گاہوں میں معاشیات پڑھاتے رہے۔ چوں کہ ان کا موضوعِ خاص "توحیدِ اقتصادی" ہے یعنی The Economics of Divine Unity اور اسی پر انھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی تھی، جو چاروناچار مخالفِ ملوکیت ہے، لہٰذا وہ ایران میں آرام وسکون سے نہ رہ سکے۔ انھیں دوبار جیل جانا پڑا۔ جون ۱۹۶۳ء کے ہنگاموں کے بعد ان پر کڑی نظر رکھی گئی اور آخر انھیں فرانس جانا پڑا۔ وہاں وہ سوربن یونیورسٹی (پیرس) میں معاشیات کے پروفیسر تھے۔ آیۃ اللہ خمینی سے وہ عراق اور فرانس میں ملتے رہے، اور آخر ان ہی کے ساتھ فروری ۱۹۷۹ء میں ایران آگئے۔ صدر بننے سے قبل انھوں نے مختصر مدت کے لیے اقتصادیات، خزانہ اور امورِ خارجہ کے قلم دان سنبھالے۔ وزیرِ خارجہ کے طور پر انھوں نے سرکاری مقروضوں کی قسط ان کی تنخواہ کے ۴/۱ کے برابر مقرر کرکے انھیں غیر معمولی سہولت فراہم کردی۔ یہ امر اور توحیدی معاشیات والے ان کے نظریات انتخابات میں ان کی کامیابی کا موجب بنے ہیں، کیوں کہ اقتصادیات اہلِ ایران کے لیے اس وقت اہم مسئلہ ہے۔ پندرہ روزہ "اندیشۂ اسلامی" کی رو سے ایران کے انقلابِ اسلامی کے مندرجہ ذیل چار اصول ہیں۔

(۱) عادلانہ اقتصادی نظام (۲) اسلامی شورائی نظام (۳) اسلامی انقلاب کے لیے لوگوں کے اذہان کو آمادہ کرنا (۴) مسالمت آمیز خارجی تعلقات[14]

اقتصادیات کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنا بہرحال نئی حکومتِ اسلامی کا اوّلین مقصد ہے۔ اب تک ایران میں ملی جلی معیشت کا تداول ہے اور پاکستان کی طرح وہاں بھی اسلام کے نظامِ معیشت کی کئی باتیں نافذ کی جاچکی ہیں۔ "برنامہ حکومتِ جمہوری اسلامی" کے عنوان سے ۷۲ صفحے کا ان کا کتابچہ، جو ایک لاکھ کی تعداد میں شائع[15] ہوا، ان کے معاشی اصلاحات کے پروگرام کا مظہر ہے۔ اپنے کتابچے "کار وکارگر در ایران" میں بھی انھوں نے

---

[14] اندیشۂ اسلامی بابت ۱۹ ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ، ص ۵، ۶

[15] آج کل ایران میں کتابیں (Book) کے ذریعے شائع ہوتی ہیں اور اسلامی فکر کی کتابوں کی اشاعت لاکھ لاکھ تک جاتی ہے یا اس سے زیادہ

اسلام کے عادلانہ نظام کو تدریجاً نافذ کر دینے کے عزمِ جزم کا اعلان کیا ہے[16]۔ اس سلسلے میں اہم ترکام بہرحال ان کی تصنیف " اقتصادِ توحیدی" ہے جو ۴۲۵ صفحات کی حامل ہے ۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں اور تیرہ ابواب۔ پہلے پانچ ابواب میں معاشی نظریات کو بڑے جدت آمیز انداز میں بیان کیا گیا ہے مگر اصل مباحث چھٹے سے تیرھویں باب تک نظر آتے ہیں جن میں اسلامی معاشیات کے آداب و اصول بڑی وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں اور مصنف ان اصولوں کو " اقتصادِ توحیدی' کا نام دیتا ہے، یعنی توحیدِ الٰہی کے عقیدے پر مبنی اقتصادی نظام ۔ ہم ذیل میں اس کتاب کے مطالب کی ایک جھلک دکھائیں گے ۔

اقتصادِ توحیدی

ڈاکٹر بنی صدر کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ " توحید باری" مسلمان کے ہر وقت پیش نظر رہے، حتیٰ کہ تلاشِ معاش اور غم روزی کے وقت بھی، کیونکہ اس بنیادی مسئلے پر غور کرتے وقت ایک مسلمان خدا کو یقیناً یاد کرے گا ۔ معاشیات کی کتابوں میں " کام " کی جو بھی تعریف ہو، اور یہ علم یا فن کتنا ہی سیکولر صورت میں پیش کیا جا رہا ہو، بنی صدر تو عبادات اور روحانی تجربات کو بھی " کام " قرار دیتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ خدا اور انسان، اور انسان اور انسان کے درمیان رابطہ " کام " کا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ جن اور انسان " عبادت " کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، " کام " پر دلالت " کرتا ہے ۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ جو تعلق ہے، بنی صدر اسے بھی " کام " قرار دیتے ہیں ۔ لہٰذا کام فطرت کا تقاضا ہے اور کوئی ذی روح و حرکت مخلوق اس سے دوری نہیں اختیار کر سکتی ؛

راز حیات پوچھ لے خضر خجستہ گام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے

مگر " توحید" کا تقاضا یہ ہے کہ موحد و مومن خدا کے ساتھ اپنا رابطہ ہر کام کے ذریعے استوار رکھے ۔

" توحیدِ اقتصادی" کے مصنف کی نظر میں تلاشِ رزق میں رازقِ حقیقی کی طرف توجہ نہ رکھنا، اور اسلام کے اوامر و نواہی کے مطابق حلال و حرام اور روا و ناروا کی طرف توجہ نہ رکھنا، دعویٰ توحید کو عملاً باطل کر دیتا ہے ۔ " توحید و تضاد[17]" نام کی کتاب میں انھوں نے منجملہ دیگر امور کے اس نکتے کو بھی واضح کیا ہے کہ :

---

[16] دیکھیں اس کا انگریزی ترجمہ (حسن مشہدی) تہران، ص ۴۲۲ ۔ شاہی دور میں شائع ہوا ۔

[17] قم ۱۳۵۸ش / ۱۹۷۹ء، صفحات ۴۱۲ ۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک   اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

ایران میں قرن ہا قرن سے زمین اور منابعِ زیست کے مالک بادشاہ رہے ۔ بعض اصلاحات کے ذریعے اس قدر اشک شوئی ہوئی کہ بادشاہوں کے علاوہ طبقۂ امرا بھی زمین اور دیگر وسائلِ روزی کا مالک بن گیا ۔ ڈاکٹر بنی صدر حقِ ملکیتِ زمین کے قائل نہیں ۔ " الارض للہ " کا نکتہ واضح ہے ۔ البتہ وہ ان شرائط کی تفصیل پیش کرتے ہیں جن کے تحت ایک اسلامی مملکت اراضی کو اپنے تملک میں لے کر لوگوں کو ان کا " امین " اور " مالک " بناتی ہے ؎ اسلام نے محدود قسم کی ذاتی ملکیت کی اجازت دی ۔ مگر بڑے وسائلِ اقتصاد کو قومی تحویل میں لینا ہی مناسب ہے تاکہ دولت کی گردش طبقۂ امرا تک ہی محدود نہ رہے ۔ چنانچہ ایران میں بنک اور کئی صنعتیں اس وقت تک قومیائی جا چکی ہیں ——— ڈاکٹر بنی صدر اسلامی نظامِ معیشت کے چار اصول بتاتے ہیں ۔

(۱) حقیقی ملکیت خدا کی ہے ۔ مسلمان مال و منال کا " امین " ہے تاکہ اسے مالک کی مرضی کے مطابق خرچ کرے اور خود بھی بقدرِ کفاف استفادہ ہے ۔ (۲) عدل و انصاف قائم کرنا ضروری ہے ۔ (۳) دولت گردش کرے اور چند ہاتھوں میں ہی مرتکز نہ ہو ۔ (۴) زکوٰۃ، صدقات اور امراء کے ہاتھوں انفاق فی سبیل اللہ کی مد کی رقوم کے ذریعے غربت و افلاس کا خاتمہ کیا جائے گا ۔

اب ہم ان کی کتاب کے اقتباس کا ترجمہ نقل کریں گے تاکہ " اقتصادِ توحیدی " کے مباحث واضح ہو جائیں ۔ کتاب کے پہلے حصے (باب پنجم) میں " حاصلِ سخن " کے عنوان سے انھوں نے یوں لکھا ہے :

" اسلام کی رو سے، جب تک دولت کا تجمع و تمرکز چند ہاتھوں میں ہوگا، ممکن نہیں کہ انسان آزادی و حریت کی لذت پا سکے ۔ آزادیِ انسانی، گردشِ دولت سے امکان پذیر ہے ۔ اگر ہم تاریخِ انسانی پر نظر ڈالیں تو استحصال اور استثمار کے نقوش ہمیں جگہ جگہ نظر آئیں گے اور خود ہمارے زمانے میں استحصال کے کرشمے دیکھنے کی خاطر شواہد کی ضرورت نہیں ہے ۔ حضرت علی کا قول ہے کہ جہاں محل ہوگا وہاں کٹیا ہوگی ۔ آپ تہران کے " وائٹ پیلس " (سفید محل) کو دیکھیں گے اور اسی شہر کے جنوب کی جھگیوں کو بھی ، اس سے دولت کے تمرکز اور تہی دستی کا فرق واضح ہو جاتا ہے ۔ دینِ اسلام چاہتا ہے کہ لوگ وسائلِ

؎ اسے نوادر ہی کہیں گے کہ ان کا بیان علامہ اقبال کا سا ہے ۔ دیکھیں جاوید نامہ (فلک عطارد)

زیست بے عقلوں کو ہو جاتے بسر کرنا محال   ایسی بھی اے عاقلو اچھی نہیں ہشیاریاں

سے استفادہ کریں مگر اس آزمندی کے ساتھ نہیں کہ ایک نسل سب کچھ چٹ جانے کی فکر میں ہو کہ دوسروں کے لیے کچھ نہ چھوڑے۔ دراصل کوشش یہ ہو کہ ہر نسل کے لوگ محنت کو شعار بنا کر خوش حال زندگی گزار سکیں۔ کوشش کرنا چاہیے کہ لوگ وسائل حیات کی "متاع" سے مساویانہ اور عادلانہ طور پر بہرہ مند ہوتے رہیں اور جو محنت کریں انھیں محرومی و ناکامی سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ اسلام نے جس "توحیدی" معاشرے کو قائم کیا ہے، وہ استحصال و استعمار کے راستے بند کرتا ہے اور افرادِ معاشرے کے لیے موجود وسائل کی بہتر تقسیم سے زیادہ سے زیادہ افادہ و سہولت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔" (صفحہ ۱۳۸)

تاویل و تحقیق

ڈاکٹر بنی صدر نے "اقتصادِ توحیدی" میں جگہ جگہ قرآنِ مجید کی آیات سے اقتصادی مسائل کے سلسلے میں تاویل و استشہاد کیا ہے۔ یہ تاویل و تحقیق شاید ہر جگہ دل پذیر نہ معلوم ہو، مگر اس سے ان کا تدبرِ قرآن واضح ہو جاتا ہے جو مسلمان معیشت دانوں میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔ ہم ان کے استشہادات کی چند مثالیں نقل کر رہے ہیں۔

معاشی جنگ کا معاد

قرآنِ مجید کی سورہ نور کی آیہ ۴۲ میں آیا ہے: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ اس آیت کے آخر میں اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا کی ہے اور ہر چیز کا رجوع اور انجام بھی خدا کی طرف ہے۔ یہ خوف و ہراس بے بنیاد ہے کہ دنیا میں ہر چیز کا خاتمہ ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک آسمان اور زمین کے خدا کی منابع و وسائل پر سے غاصبوں کا قبضہ نہ اُٹھے گا، معاشی مبارزہ جاری رہے گا تاکہ آخر کار ان وسائل سے سب انسان استفادہ کرنے کے قابل ہو جائیں۔ پس معاشی جنگ کا ایک معاد ہوگا جہاں خدا کے علاوہ کسی کا حکم نہ چلے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عالمِ انسانی تیز تر کوشاں اور سرگرم مبارزہ ہو کہ خدا کی زمین پر خدا کے سوا کوئی ملکیت کا دعوے دار نہ رہے اور خلافت و نیابتِ الٰہی کے سوا زمین پر کسی دوسرے نظام کا چلن باقی نہ رہے۔

خدا فرماتا ہے: فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى (سورہ نجم: ۲۵) — پس یہ گمان نہ رکھو کہ ظالموں کا اقتدار ہمیشہ رہے گا۔ یہ آیت صرف عام اعتقاد کی مظہر ہی نہیں، ماتحتوں اور زیردستوں کو توانائی اور تحریک بھی دیتی ہے۔ کمزور اور زیردست اتنی سادہ بات پر توجہ نہیں کرتے، ظالموں کے اقتدار کو دائمی جاننے

گتے ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے سے جی چراتے ہیں ۔ سورۂ یٰس کی آیت ۸۳ یوں ہے : فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ۔ لہٰذا یہ بات اہم نہیں کہ آج فلاں بادشاہ یا حاکم ہے ۔ ایسی باتوں کو اہمیت دینا شرک ہے ۔ اس شرک سے نجات حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ ایسے غاصبوں سے اقتدار چھین لیا جائے ۔ یہ آیات مطلق العنانی اور لا محدود مالکیت کے تصور کی نفی کرتی ہیں ۔ اس دنیا میں کتنے آئے جنھوں نے اپنے آپ کو لوگوں کا "مالک الرقاب" بتایا اور سب کچھ کا مالک و مختار رہا مگر جلد ہی ان کے زعم و گمان کے پردے چاک ہو گئے اور وہ بے اختیار انسان بنے نظر آتے ۔ ۔ ۔ (یہاں کتاب کے اکثر مقامات پر مصنف ایران کے سیاسی حالات کی طرف اشارہ کر رہا ہے)

صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۶)

سود و ربا کی حرمت کی آیات (۲۷۸ / ۲۸۰ ، ۲) ۱۶۱ : نساء ، ۲۷۵ - ۲۷۶ ، ۲ ، ۳۹ ، ۳۰ اور ۱۳۰ آل عمران وغیرہ) نقل کرنے کے بعد، ڈاکٹر بنی صدر لکھتے ہیں :

" یہاں ایک خاص قسم کے ربا یعنی دو گنے چوگنے ہونے والے ربا (سود در سود) کا ذکر ہے ۔ اس قسم کے ظالمانہ ربا کی مثالیں تاریخ ایران میں بھی موجود ہیں اور ربا و سود کی یہ ساری صورتیں بالکل حرام اور ناروا ہیں ، مثلاً کوئی حاکم اپنی قوم کو ربح (سود در سود) پر صرافوں کو دے دے اور صراف انھیں سود در سود پر ان لوگوں کو دیں جنھیں حکام کو رشوت وغیرہ دینے کی خاطر روپے کی ضرورت ہو ۔ اس طرح شرح ربا بڑھتی چلی جائے گی اور ظلم بالائے ظلم کا دور دورہ ہو گا ۔

یا مثلاً کوئی زمیندار اپنے آدمیوں کے ہاتھ گاؤں میں گندم بیچ دے اور وہ اسے ذخیرہ کر دیں ۔ اب گندم اگر انھوں نے دو روپے فی کلو خریدی ہے تو فصل سرما میں تین یا زیادہ روپے فی کلو کے حساب سے ضرورت مندوں کو بیچیں گے ۔ اس طرح خرمن ، گودام اور دکان کی قیمتیں بڑھتے بڑھتے عام لوگوں کے لیے سود در سود کی شکل پیدا کر لیں گی ۔

بہر حال ، ربا صرف نقد روپے میں نہیں ہوتا ، دو چیزوں کے مبادلے میں اس کی صورت نکل آتی ہے اور یہ بھی از روئے اسلام حرام ہے ۔ مثلاً اگر تھوڑی گندم کے بدلے کسی بہلانے سے زیادہ گندم لے لی جائے تو یہ بھی حرام خوری کی شکل ہو گی ۔

(ص ۲۴۶ ، ۲۴۷)

اسلام کی مالی اور مالیاتی پالیسیاں

اسلام نے دولت کے تجمع و تمرکز کو روکنے اور معتدل حد تک گردش دولت جاری رہنے کی واضح ہدایات دی ہیں۔ مقصد یہ کہ زیادہ استعداد اور وسائل والے افراد کم استعداد اور وسائل والے انسانوں پر مسلط اور غالب نہ رہیں۔ اسلام نے فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کے علاوہ صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے کام کی اس طرح تشویق کی ہے کہ یہ کام بھی مسلمان معاشرے کے معروف کام بن گئے ہیں۔ اسلام کی رو سے متقیوں کا یہ حق ہے کہ ان کی کمائی میں مستقل طور پر سائلین اور محرومین کا حق ہو: وَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۱۹ ذاریات)۔ دوسرے مقام میں یوں فرمایا گیا ہے: وَالَّذِیْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۲۴، ۲۵: معارج)۔ یہ آیات اسلام میں محدود ذاتی ملکیت کا اصول بتاتی ہیں کیونکہ مسلمان امراء کے مال میں فقیر اور مسکین وغیرہم بھی شامل ہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے: فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۳۸: ۳۰) یعنی رشتے داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرو۔ جو لوگ رضائے خداوندی کے طالب ہیں، ان کے لیے یہی بہتر ہے اور نجات پانے والے ایسے ہی لوگ ہیں۔ (صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴)

صدقات اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر کرتے ہوئے "توحیدِ اقتصادی" کا مصنف لکھتا ہے: "اصولی طور پر مسلم معاشرہ ایک توحیدی معاشرہ ہے جس میں ایک وحدت ہوتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ کا کام مختلف صورتوں میں جاری رکھیں تاکہ مسلم معاشرے کی وحدت باقی رہے اور اس کی صفوں میں اتنا فرق نہ ہو جائے کہ بعض تو انتہا کے امیر ہوں اور بعض بنیادی ضروریات زندگی کے لیے ترس رہے ہوں۔" (صفحہ ۲۵۷)

ایک دوسری جگہ وہ لکھتے ہیں:

" توحید، مسلم معاشرے کی وحدت اور توازن کو برقرار رکھتی ہے اور اقتصادی امور میں یہ عقیدہ بڑے دور رس نتائج لا سکتا ہے۔ پھر اگر مسلمان توحید کے تقاضوں کے مطابق معاشرہ قائم کر سکیں، تو یہ معاشرہ سارے عالم کے لیے مثال بن سکتا ہے اور دوسرے بھی اسے اپنانے کو سوچ سکتے ہیں، لہٰذا "اقتصادِ توحیدی" کوئی ادنیٰ نظریہ نہیں ہے۔ . . اسلام کو جو دینِ فطرت یا کامل نظامِ حیات کہا جاتا

ہے، اسی مناسبت سے ہے کہ اس نے زندگی کے جملہ امور کا احاطہ کر رکھا ہے اور اسلام پر عمل کرنے سے زندگی تعادل، توازن اور فطری ہم آہنگی سے ہم کنار ہو سکتی ہے۔" (صفحہ ۲۱۱، ۲۹۵)

ایران کے معاصر راہنماؤں کے افکار جو ہم نے نقل کیے ہیں، وہ اس بات کے مظہر ہیں کہ وہ خصوصاً اُس ملک کے منتخب صدر ڈاکٹر سید ابوالحسن بنی صدر، اسلام کے اقتصادی نظام کو نافذ کرنے کے معاملے میں اہلِ پاکستان کی طرح سنجیدہ ہیں۔ پندرھویں صدی ہجری میں اسلامی نظامِ حیات کے نفاذ کے ذریعے سارا عالمِ اسلام اس دینِ مبین کی برکات سے مستفید ہوگا اور دنیا نے اس دین کی بعض شقوں مثلاً اقتصادیات پر بھی غور کیا، تو اسے انسانی مسائل کا ابدی حل اس دین کی تعلیمات میں نظر آئے گا جو:

نوعِ انسان را پیامِ آخریں   حاملِ او رحمۃ للعالمین   (اقبال)

عقلیاتِ ابنِ تیمیہ

مولانا محمد حنیف ندوی

غزالیؒ کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ دوسرے شخص ہیں جنھوں نے اسلام کے نظامِ حیات کا اس دقتِ نظر سے جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ تفسیر، حدیث، تصوف اور فقہ و اصول کی تشریح میں ہمیں کن پیمانوں سے کام لینا چاہیے۔ علامہ کی پوری زندگی، الحاد و زندقہ کے خلاف جہاد میں بسر ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے جس کامیابی و ہنرمندی کے ساتھ کتاب و سنت کے رُخِ زیبا کو نکھارا ہے، بدعات کی پُرزور تردید کی ہے اور اسلام کے چہرۂ روشن سے یونانیت اور عجمیت کے دبیز نقابوں کو ہٹایا ہے یہ انھی کا حصہ ہے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے زمانے کے "عقلیات" کو بہ کمال ژرف نگاہی کھنگالا ہے اور تنقید و احتساب کے بعد ثابت کیا ہے کہ ان کے مقابلے میں اسلام کا عقلی موقف کہیں زیادہ صحیح، استوار اور متوازن ہے۔ اس کتاب کا موضوع ان کی یہی گراں قدر تنقیدات ہیں۔

صفحات ۳۵۹   قیمت -/۱۸ روپے

ملنے کا پتا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور